OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.jirs.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:4, Issue: 1, Jan-June 2019
DOI: 10.36476/JIRS.4:1.06.2019.08, PP: 31-47

سیرت نبوی کی روشنی میں بغاوت (خروج) سے متعلق احکامات کا تحقیقی جائزہ

Research Overview of the Rulings of Rebellion (Khurūj) in Sīrah Perspective

Dr. Muhammad Nasir
Lecturer, Department of Islamic Theology,
Islamia College Peshawar, Pakistan

Dr. Syed Naeem Badshah Bukhari
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
The University of Agriculture, Peshawar, Pakistan

Version of Record Online/Print: 27-Jun-19
Accepted: 27-May-19
Received: 31-Jan-19

Abstract

Islam orders to obey the ruler and not to indulge in activities that may cause disruption & instability of an Islamic state. This research discusses rules & regulations based on sīrah about rebellion (khurūj), and relevant topics from Islamic Jurisprudence. The basic question of this research is whether revolt against the ruler is permissible and what would be the punishment? This research elaborates four types of rebellion. Rulings of Muslim scholars regarding rebellion are subjected to the different positions of rulers. According to all school of thoughts the khurūj is not permitted if the ruler is lawful and serving his community with justice. In contrary, there is difference of opinions about the tyrannous and iniquitous ruler. This article concluded that majority of Muslim Scholars do not permit khurūj in any case, some others laid down very strict conditions in this regard.

Keywords: *khurūj, armed struggle, rebellion, sīrah, revolt, Islamic law, fiqh*

تمہید

قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت ثابت ہونے کے بعد حکمران کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف خروج ممنوع ہے۔ آپ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق ایسے افراد کا ظہور ہونا ہے جو امت مسلمہ کے اتحاد کو سپوتاژ کرکے اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد جب تک آپ ﷺ بقید حیات رہے، مسلمان آپ کے زیرسایہ قائم ہونے والی حکومت میں متحد رہ کر جہاد

CC BY

کے ذریعے فتنہ وفساد دباتے رہے۔

آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار مسیلمہ بن حبیب نے نبوت کا دعوی کرکے بغاوت کی ابتداء کی۔ آپ ﷺ اس بغاوت کو کچلنے سے قبل ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی ریاست کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دور صدیقی میں مدینہ منورہ کے گردونواح کے قبائل میں سے عبس ،ذبیان بنو کنانہ،غطفان،اور بنو فزارہ[1] کے انکار کی صورت میں اٹھا جس کی سرکوبی کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت سنان الضمریؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بنفس نفیس ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے[2] اور انتہائی استقامت کے ساتھ بغاوتوں کے کچلنے کے لیے اقدامات کرتے رہے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا دور حکومت فتوحات کا دور کہلاتا ہے جس میں اسلامی ریاست کو خوب وسعت ملی۔ حالات پر امن رہے جس کی وجہ سے باغیوں کے لیے سر اٹھانا مشکل ہو گیا لیکن یہ لاوا اندر ہی اندر سلگتا رہا اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ایک بار پھر بلوائیوں نے پوری قوت کے ساتھ بغاوت کرکے آپؓ کو شہید کر دیا اور حضرت علیؓ کو بیعت لینے پر مجبور کیا لیکن واقعہ تحکیم کی وجہ سے ناراض ہو کر الگ ہو گئے اور حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور خوارج کے نام مشہور ہوئے۔ حضرت علیؓ زندگی کے آخری ایام تک ان کے خلاف نبرد آزما رہے۔

آپؓ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند حضرت حسنؓ بھی انہی کی بغاوت کے کچلنے میں مصروف عمل رہے غرض اسلامی سلطنت ہر طرف سے فتنوں اور بغاوتوں کے گرداب میں ڈوبی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کی پیشنگوئی کے عین مطابق جناب حسنؓ حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔

حضرت معاویہؓ زمام حکومت سنبھالتے ہی بغاوتوں کے کچلنے میں مصروف ہو گئے چنانچہ مقام نخیلہ میں عبداللہ بن ابی الحوساء کی قیادت میں اٹھنے والی بغاوت کو کچلنے کے لیے خالد بن عرفطہ عذری کو، حوثرہ بن ذراع کی بغاوت کو کچلنے کے لیے عبداللہ بن عوف بن احمر کو، کوفہ میں فروہ بن نوفل اشجعی کی بغاوت کو ختم کرنے کے لیے شبیث بن ربعی یا معقل بن قیس کو، بصرہ کے قریب سہم بن غالب ہجیمی اور حطیم باہلی کی قیادت میں اٹھنے والی بغاوت کو دبانے کے لیے عبداللہ بن عامرؓ کو روانہ کیا۔[3] اسی طرح ہرات، بلخ، بوشنج، بادغیس کے علاقوں میں اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے قیس بن ہیثم اور ان کے معاون عطاء بن سائب کو اور عبداللہ بن عامر اور ان کے معاون عبدالرحمٰن بن سمرۃ کو سجستان روانہ کیا[4] جنہوں نے ان مفتوحہ علاقوں پر از سر نو اسلامی سلطنت کو مستحکم کیا۔

ذیل میں اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کے احکامات، جنگ کا طریقہ کار، باغی قیدیوں اور ان کے مال کی شرعی حیثیت اور باغیوں کے اہل وعیال اور رشتہ داروں کی گرفتاری کے جواز وعدم جواز کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔

حاکم کے خلاف خروج کرنے والوں کی اقسام

ہر ایسا شخص جو مسلمان حاکم کے خلاف خروج کرتا ہے، فقہاء کی اصطلاح میں باغی کہلاتا ہے۔ مسلمان حاکم کے خلاف خروج (نکلنے) کرنے والوں کی چار اقسام ہیں:

1. **خوارج:** خوارج وہ طبقہ ہے جو واقعہ تحکیم کی وجہ سے حضرت علیؓ کے مخالف ہوئے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے کفر کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر سمجھتے ہیں۔

2. **محارب (ڈاکو):** محارب وہ طبقہ ہے جو اسلحے کے زور پر عوام الناس سے مال چھینتا ہو اور لوگوں کا راستہ روکتا ہو۔
3. **باغی:** باغی وہ طبقہ ہے جو حاکم وقت کے خلاف خروج کرے لیکن تاویل کے ساتھ۔
4. **اہل حق:** اہل حق وہ گروہ ہے جو ظالم حکمران کے ظلم کو روکنے کے لیے میدان میں آتے ہیں۔

حکمرانوں کی اقسام

جن کے خلاف خروج کیا جاتا ہے وہ حکمران ہوتا ہے اور ہر حاکم کے حالات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اس لئے ہر ایک کا حکم جدا ہے۔ احوال کے اعتبار سے حکمرانوں کی تین اقسام ہیں:

1. عادل ومنصف حکمران
2. کافر اور مجرم حکمران
3. فاسق اور ظالم حکمران

عادل ومنصف حکمران کے خلاف خروج کا حکم:

عادل حکمران کی اطاعت واجب اور ان کی نافرمانی اللہ رب العزت کی ناراضگی کا سبب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"[5]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو ان کی جو تم میں صاحب اختیار ہیں۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف احتمالات ذکر کئے ہیں۔ "اولوا الامر" کا مصداق کیا ہے، اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ صاحب تفسیر الخازن فرماتے ہیں:

"واختلف العلماء فى أولو الأمر ألذين أوجب الله طاعتهم قال ابن عباس وجابر رضى الله عنهم ألفقهاء والعلماء ألذين يعلمون الناس معالم دينهم وهو قول الحسن ومجاهد وقال ابوهريرة الأمراء والولاة وهي رواية عن ابن عباس أيضاً "[6]

جبکہ صاحب نظم الدرر فرماتے ہیں:

"وأولى الأمر منكم، أي الحكام والعلماء من أولى الأمر ايضاً" [7]

نبی کریم ﷺ نے عادل حکمران کی تابعداری کو اپنی تابعداری اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔
حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من أطاعني فقد أطاع الله ومن يعصني فقد عصى الله ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني"[8]

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (حاکم) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر (حاکم) کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عادل حاکم کے خلاف خروج حرام ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے۔

کافر اور مجرم حکمران کے خلاف خروج کا حکم

کافر اور مجرم حکمران کو کفر اور جرم سے روکنا عین ایمان ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنصر أخاک ظالماً أو مظلوماً قال یارسول اللہ ﷺ ھذا ننصرہ مظلوماً فکیف ننصرہ ظالماً قال تأخذہ فوق یدیہ"[9]

" تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو ہم کریں گے لیکن ظالم کی مدد ہم کس طرح کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روک دو۔"

ظالم و فاسق حکمران کے خلاف خروج کا حکم

حکمران کے خلاف خروج کو فتنہ و فساد قتل و غارت گری کا ذریعہ ہونے کی بنا پر ممنوع قرار دیا گیا ہے اور حتی الوسع صبر کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی احتیاط کے پیش نظر ظالم و فاسق حکمران کے خلاف خروج کے متعلق سلف سے دو اقوال منقول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ حکمران جب تک کفر بواح کا مرتکب نہ ہو اس کے خلاف خروج جائز نہیں اور یہ رائے ان صحابہ کرامؓ کی ہے جو فتنہ کے دور (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے جنگ کے دوران) میں گوشہ نشین رہے مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ ابن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، محمد بن مسلمہ۔ اسی طرح حضرت حسن بصریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور اکثر اہل سنت والجماعت کا ہے۔ ان کے دلائل وہ احادیث ہیں جس میں آپ ﷺ نے ظالم حکمران کے ظلم کو برداشت کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"من رأی من أمیرہ شیئا یکرھہ فلیصبر فانہ من فارق الجماعۃ شبراً فمات فمیتۃ جاھلیۃ"[10]

" جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ایسا کام دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صبر کرے اس لیے کہ جو بھی جمعیت سے الگ ہوا تو جاہلیت کی موت مرا۔"

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حکمران کے خلاف خروج مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا حکمرانوں کی زیادتیوں پر صبر کر لینا چاہیے یہاں تک کہ ظالم حکمران کے ظلم سے اللہ تعالیٰ نجات دلا دے۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں کے درمیان افتراق کا ذریعہ بنتا ہو، چنانچہ حضرت عرفجہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من أتاکم وأمرکم جمیع علی رجل یرید أن یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم فاقتلوہ"[11]

" جو شخص تمہارے پاس اس حالت میں آئے کہ تمہار اختیار ایک فرد کے پاس ہو اور وہ تم میں پھوٹ ڈالنا چاہے یا تمہارے اتحاد کو ختم کرنا چاہے تو ایسے شخص کو قتل کر دو۔"

چونکہ مسلمانوں کی کامیابی اتحاد میں ہے، اس لئے خروج کو ممنوع قرار دیا گیا ہے بلکہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ اس دین کو ترقی فاسق، فاجر اور گنہگار انسان کے ذریعے حاصل ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا:

"إن اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر"[12]

"اللہ تعالیٰ اس دین کو ایک فاجر انسان کے ذریعے ترقی دے گا۔"

یہی رائے الموسوعۃ الفقھیۃ میں نقل کی گئی ہے۔[13] ان دلائل کے پیش نظر اکثر اہل سنت و الجماعت حکمران کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فاسق حکمران کے خلاف خروج جائز ہے اور یہ مسلک صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اشاعرہ، معتزلہ، خوارج اور بعض اہلسنت والجماعت کا ہے۔ ان کے دلائل وہ مشہور احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم صادر فرمایا ہے اور انہی احادیث کے پیش نظر یہ حضرات حاکم کے خلاف خروج کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔[14]

باغی کی لغوی تعریف:

باغی کا مادہ "بغی" ہے جس کا معنی "طلب" ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا"[15]

"جس کی ہم تلاش میں تھے پھر وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے واپس لوٹ آئے۔"

بعد میں یہ لفظ تجاوز، ظلم اور تعدی کے معنی میں استعمال ہونے لگا، جس کی جمع "بغاۃ" بضم الباء اور الف کے بعد تائے مدورہ کے ساتھ ہے اور یہ وزن معتل اللام (یعنی ناقص) کے ہر باب سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے، مثلاً قضاۃ، رُماۃ، غزاۃ وغیرہ۔

باغی کی اصطلاحی تعریف:

تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ باغی اُس کو کہا جاتا ہے جو کسی عادل حکمران کے خلاف تاویل کے ساتھ افرادی قوت اور اسلحہ سے لیس ہو کر مقابلہ کے لیے نکلے، چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ باغی کی تعریف یوں ذکر کرتے ہیں:

"هم الخارجون عن الإمام الحق بغير حق"[16]

فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی گئی ہے مگر قدر تفصیل ہے، فرماتے ہیں:

"أهل البغى كل فرقة لهم منعة يتغلبون يجتمعون ويقاتلون أهل العدل بتاويل ويقولون الحق هذا ويدعون الولاية" [17]

یہی تعریف فقہ مالکی اور دیگر فقہاء نے بھی کی ہے، فرماتے ہیں:

"هو الإمتناع عن طاعة تثبت إمامته في غير معصية بمغالبة ولو تأولاً"[18]

"تاویل کے ذریعے عوام کو حکمران کی اطاعت سے روکنا جس کی امامت ثابت ہو چکی ہو۔"

باغیوں کی اقسام

باغیوں کی دو اقسام ہیں:

1. معاند: معاند وہ باغی ہے جو بغیر کسی تاویل کے حاکم وقت کے خلاف خروج کرے، اس کا حکم چور کے حکم کی طرح ہے یعنی جو نقصان ان سے سرزد ہو گا وہ اس کے ضامن ہوں گے۔
2. غیر معاند: غیر معاند وہ باغی ہے جو حاکم وقت کے خلاف تاویل کے ساتھ خروج کرے، اس کا حکم یہ ہے کہ دورانِ

جنگ اہل عدل کا جو نقصان ہوا ہے اس کا ضمان ان سے نہیں لیا جائے گا اور وہ ہدر ہو گا کیونکہ جب صحابہ کرامؓ باہمی مختلف ہوئے تو جنگ کے اختتام پر فریقین اس بات پر متفق ہوئے کہ دونوں اطراف سے جو نقصان ہوا ہے فریقین پر اس کا کچھ ضمان نہیں ہو گا۔

اثباتِ امامت کے طرق:

امامت کے ثابت ہونے کے چار طریقے ہیں:

1. پہلا طریقہ یہ ہے کہ خلیفہ خود نئے حکمران کا انتخاب کرے جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا انتخاب فرمایا تھا۔
2. دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں پر غلبہ حاصل کر لینے سے یعنی لوگ اس کی کہی ہوئی بات کو تسلیم کرتے ہوں چاہے وہ اس منصب کا اہل ہو یا نہیں۔
3. تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شوریٰ کے ذریعے حکمران کا انتخاب کیا جائے جس طرح حضرت عمرؓ نے نئے خلیفہ کے انتخاب کی ذمہ داری شوریٰ پر چھوڑ دی اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا۔
4. چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ارباب حل و عقد[19] حکمران کا انتخاب کریں۔[20]

بغاوت کے متحقق ہونے کی شرائط

بغاوت کے متحقق ہونے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

1. خروج مسلمانوں نے کیا ہو اور تاویل کے ساتھ کیا ہو۔ یہاں دو چیزوں کی وضاحت ضروری ہے ایک خروج کرنے والے مسلمان ہوں کیونکہ اگر خروج ذمیوں کی طرف سے ہو تو پھر وہ حربی کہلائیں گے اور ان کے احکامات جدا ہوں گے۔ دوسرا یہ خروج تاویل کے ساتھ ہو اگرچہ تاویل فاسد ہی کیوں نہ ہو کیونکہ کہ اگر خروج بغیر تاویل کے ہو تو پھر یہ چور، ڈاکو کہلائیں گے اور ان کی سزا وہی ہو گی جو ایک چور یا ڈاکو کی ہوتی ہے۔
2. لوگ ایک حکمران پر متفق ہوں اور اس کے زیر تسلط علاقہ پر امن ہو۔ اگر لوگ کسی ایک حکمران پر متفق نہ ہوں اور علاقہ بھی پر امن نہ ہو بلکہ ہر طرف ظلم و تشدد و بربریت کا راج ہو تو مسلمانوں کا ایسے حکمران کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے۔
3. یہ خروج قوت اور طاقت کے ساتھ ہو اس لیے کہ اگر قوت و طاقت اور غلبہ نہ پایا جائے تو پھر یہ لوگ باغی نہیں کہلائیں گے۔

بغاوت کا حکم

بغاوت مسلمانوں کی اجتماعیت کو ختم کرنے اور اسلامی ریاست کو کھوکھلا کرنے کا ایک ذریعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

باغیوں کے احکامات کے ثبوت کے بنیادی مأخذ، قرآن مجید

باغیوں کے احکامات کے ثبوت کے تین مأخذ ہیں، قرآن، خوارج اور اجماع صحابہؓ۔ بغاوت کے متعلق آپؐ سے براہ راست کوئی حکم منقول نہیں بلکہ اس کی بنیاد سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ ہے جس میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو

باہمی دست و گریبان ہونے سے منع کرنے اور مظلوم کی داد رسی کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيئ إلى أمر الله فإن فاءت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين"[21]

"اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑپڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو پھر اگر ان میں ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو تم اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرادو اور انصاف کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان کوئی تنازعہ پیش آئے تو ذی شعور طبقہ (ارباب حل وعقد) پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس تنازعے کو ختم کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کرے اور اخوت و بھائی چارے کا باہمی رشتہ جو مغلوب ہو گیا ہے اسے از سر نو زندہ کیا جائے اور اگر باوجود سمجھانے کے وہ صلح پر آمادہ نہ ہوں تو پھر ظالم کے ظلم کو ختم کرنے کے لیے مظلوم کا ساتھ دیا جائے۔

آیت کریمہ کا شانِ نزول

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں مفسرین سے دو قول مروی ہیں:

1. **پہلا قول** یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اوس وخزرج کے لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ آپؐ کے زمانے میں کسی وجہ سے ان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یہ قول مفسرین میں سے امام مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ کا ہے۔[22]
2. **دوسرا قول** یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے عبداللہ بن ابی کو آپ کی مجلس میں لانے کا اظہار کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چلو اس کے پاس چلیں، کچھ انصار بھی آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ سواری پر سوار تھے۔ قریب پہنچے تو سواری نے پیشاب کر دیا، اس پر ابن ابی نے ناراضگی کا اظہار کیا اور آپؐ سے کہنے لگا: آپ کی سواری کے پیشاب کی وجہ سے ہمیں بہت تکلیف ملی۔ اس پر انصار میں سے عبداللہ بن رواحہؓ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! آپؐ کے گدھے کا پیشاب تمہاری خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ اس پر ابن ابی کے ساتھی طیش میں آ گئے تو دونوں طرف سے ایک دوسرے پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیئے۔ اس موقع پر اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔[23] یہ آیت کریمہ ہر اس جنگ کو شامل ہے جو مسلمانوں کی آپس میں ہو یا حاکم وقت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

باغیوں کے احکامات کے ثبوت کا دوسرا مأخذ: خوارج

ان احکامات کے ثبوت کا دوسرا مأخذ وہ احکامات ہیں جو حضرت علیؓ نے خوارج کے خلاف جنگ کے دوران صادر فرمائے تھے کیونکہ خوارج بھی مسلمان تھے لیکن انہوں نے تاویل سے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں:

"إن إخواننا بغوا علينا"[24]

یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باغیوں کے خلاف جو احکامات دیئے، وہ بنیاد و اساس کا درجہ رکھتے ہیں۔
آپؐ نے خوارج کے ظاہر ہونے کی پیشنگوئی فرمائی اور ان سے لڑنے کا حکم بھی دیا۔ حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ کی ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"سيخرج قوم في أخر الزمان حداث الأسنان سفهاء الأحلام يقولون من خير قول البرية لا يجاوز إيمانهم حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فأينما لقيتموهم فاقتلوهم فإن في قتلهم اجراً لمن قتلهم يوم القيٰمة"[25]

" عنقریب آخری زمانے میں کچھ لوگ آئیں گے جو نو عمر، کم عقل ہوں گے اور بات وہ کہیں گے جو سب سے اچھی ہو گی لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے پس تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو جو بھی انہیں قتل کرے گا قیامت کے دن انہیں اس کا ثواب ملے گا۔"

باغیوں کے احکامات کا تیسرا مأخذ: اجماع

باغیوں کے احکامات کے ثبوت کا تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب خلافت سنبھالی تو آپؓ کو دو قسم کے فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑا:

۱۔ منکرین زکوۃ

۲۔ فتنہ مرتدین/ارتداد

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بعض قبائل ایسے تھے جنہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور یہ تاویل کرنے لگے کہ زکوۃ دینے کا حکم آپؐ کی حیات تک تھا آپؐ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد یہ حکم ختم ہو گیا ہے۔ اسی طرح اطراف کے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے آپؐ کی وفات کے بعد اسلام سے پھرنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ دونوں محاذ پر کامیاب رہے (الحمد للہ)۔ آپؓ کے بعد حضرت علیؓ باغیوں کے خلاف جنگ میں مصروف رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمائی۔ اس لیے باغیوں کے خلاف لڑنا، اور ان کی جمعیت کو ختم کرنا یہ عادل حکمران کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

لشکر کشی کا حکم

باغیوں کے خلاف لشکر کشی کا حکم یہ ہے، دیکھا جائے گا کہ ان کی تعداد کتنی ہے، زیادہ ہے یا کم، اگر باغیوں کی تعداد زیادہ ہو اور لشکر کشی کے بغیر ان پر قابو پانا ناممکن ہو تو پھر لشکر کشی کی جائے گی اور اگر لشکر کشی کے بغیر ان پر قابو پانا ممکن ہو تو پھر ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ باغی جو اہل عدل کی صفوں میں داخل ہو چکے ہوں مثلاً عبدالرحمٰن بن ملجم جیسے لوگ، ایسے لوگ جو نقصان بھی کریں گے ان سے اس کا ضمان لیا جائے گا۔

۲۔ وہ باغی جو عادل اور مطیع لوگوں سے جدا ہوں اور حاکم وقت کی بیعت کا انکار نہ کرتے ہوں تو ایسے لوگوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر بیعت سے انکار کرتے ہوں تو جنگ کے ختم ہونے تک ان کو قید کیا جائے گا، تاکہ یہ لڑنے والوں کی قوت کا سبب نہ بن سکیں اور یہی مذہب علامہ حبیب الماوردی نے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"وإن امتنعوا من بيعة الإمام على طاعته حبسوا إلى جلاء الحرب"[26]

اور ان کو قید کرنے کی دو وجوہات ہیں:

۱۔عادل حاکم کی بیعت کرنا واجب ہے اور واجب کے انکار کی وجہ سے انہیں قید کیا جائے گا۔

۲۔ان کی قید سے غرض باغیوں کی طاقت کو کم کرنا ہے یعنی انہیں قید کرکے ان کی قوت اور طاقت کو منتشر کیا جاسکے۔

باغی اور کفار کے خلاف لڑائی میں فرق

کافر، مشرک اور باغیوں کے خلاف جنگ میں متعدد وجوہ سے فرق پایا جاتا ہے:

1. باغیوں سے قتال کا مقصد ان کی قوت کو منتشر کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ کفار اور مشرکوں سے قتال کا مقصد انہیں ختم کرنا ہوتا ہے۔
2. باغیوں میں سے جو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہیں کیا جائے گا جبکہ کافروں کا تعاقب کیا جاتا ہے۔
3. باغیوں کے زخمیوں پر چڑھائی نہیں کی جائے گی جبکہ کافروں کے زخمیوں پر چڑھائی کی جائے گی۔
4. باغیوں کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔اور کافروں کے قیدیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔
5. باغیوں کے مال کو غنیمت سمجھ کر تقسیم نہیں کیا جائے گا اور کافروں کے مال کو تقسیم کرنا جائز ہے۔
6. باغیوں کی اولاد کو قیدی بنانا درست نہیں ہو گا جبکہ کفار کی اولاد کو غلام بنایا جائے گا۔
7. مشرک یا کافر سے باغیوں کی سرکوبی کے لیے مدد طلب نہیں کی جائے گی۔
8. باغیوں سے مال پر مصالحت نہیں کی جائے گی۔
9. باغیوں پر منجنیق (توپ، ٹینک) وغیرہ عمومی طور پر استعمال نہیں کیے جائیں۔ یعنی ایسا ذریعہ استعمال نہیں کیا جائے گا جس سے ان کی نسل ہی ختم ہو جائے۔ جبکہ کافروں کے خلاف جنگ میں ان کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ استعمال کیا جائے گا۔[27]
10. باغیوں کے گھروں کو جلانا، ان کے باغات اور درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہو گا۔[28] جبکہ باغیوں کے علاوہ کفار کی قوت ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

احکامات

یہ تو واضح ہے کہ باغی کو اسلامی ریاست کی حدود میں داخل ہونے سے روکا جائے گا لیکن حاکم کے لیے ضروری ہے کہ لشکر کشی سے پہلے باغیوں کو سمجھائے، اگر ان کے کوئی معقول اعتراضات ہیں تو ان کے ازالے کے لیے مناسب احکامات صادر کرے کیونکہ حضرت علیؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص اُٹھا اور اُس نے آواز لگائی "إن الحكم إلا لله"[29] حضرت علیؓ نے فرمایا یہ جو کہہ رہا ہے، ٹھیک ہے لیکن اس کا جو مقصد لے رہا ہے وہ غلط ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر وہ مطمئن نہیں ہوئے یا مطمئن نہ ہونا چاہتے ہوں تو حاکم ان کی بغاوت کو روکنے کے لیے باغیوں کو قید کرنے کا حکم دے لیکن اسی کو گرفتار کیا جائے گا جو مجرم ہو قوم قبیلے سے تعلق کی بناء پر گرفتار کرنا شریعت میں محلِ نظر ہے کیونکہ سزا کا حقدار مجرم ہے اور مجرم کے علاوہ کسی اور کو سزا دینا ظلم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ أُخرىٰ"[30]

"اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سزا کا مستحق مجرم ہو گا اور رَد ہے شرائع من قبلنا میں سے اُن پر جن میں مجرم کے بدلے میں دوسرے کو پکڑا جاتا تھا یا انہیں سزا دی جاتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کی نبوت سے پہلے یہ قانون تھا کہ جرم کی سزا مجرم کے رشتہ دار، والدین یا کسی کو بھی دینا جائز تھی لیکن آپؑ کی شریعت کے بعد یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ علامہ قرطبیؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"كانوا قبل إبراهيم عليه السلام يأخذون الرجل بذنب غيره ويأخذون الولي بالولي في القتل والجراحة فيقتل الرجل بأبيه وإبنه وأخيه وأمه و خاله وإبن عمه وقريبه وزوجته وزجتها وعبده فبلغهم إبراهيم عليه السلام عن الله تعالى ولا تزر وازرة وزر أخرى"[31]

روح المعانی میں بھی اس آیت کا یہی مطلب لیا گیا ہے، چنانچہ علامہ آلوسیؒ اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"أن لا تزر، والمعنى أنه لا يؤاخذ أحد بذنب غيره ليتخلص الثاني عن عقابه"[32]

مفسرین کے اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سزا اسے دی جائے گی جس نے جرم کیا ہے، جو مجرم نہیں ہے وہ سزا کا بھی مستحق نہیں ہو گا۔ یہ قانون امتِ محمدیہ کے لیے ہی نہیں بلکہ شرائع من قبلنا میں سے حضرت یعقوبؑ کی شریعت میں بھی یہی قانون تھا کہ سزا کا مستحق مجرم ہی ہو گا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا جو منصوبہ بنایا تھا، اس منصوبے کے تحت پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھوایا اور پھر حضرت یوسفؑ نے قافلے والوں سے پوچھا:

"فَمَا جَزَآؤُه إِن كُنتُم كَاذِبِينَ"[33]

"اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر اس کی کیا سزا ہو گی۔"

تو قافلے والوں نے جواب دیا کہ جس کے پاس پیالہ نکلا وہی اس کا بدلہ ہو گا کیونکہ ان کی شریعت میں بھی سزا کا مستحق مجرم ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَن وُجِدَ فِي رَحلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ"[34]

"جس کے سامان سے پیمانہ برآمد ہو، وہی اس کی سزا میں غلام بنے۔"

پیالہ جب بنیامین کے ساز و سامان سے برآمد ہوا تو سوتیلے بھائیوں نے پریشانی کے عالم میں اپنے میں سے کسی ایک کو روکنے کی درخواست کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی اس خواہش کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"مَعَاذَ اللهِ أَن نَّأخُذَ إِلاَّ مَن وَجَدنَا مَتَاعَنَا عِندَهُ إِنَّا إِذاً لَّظَالِمُونَ"[35]

"اللہ کی پناہ! کہ ہم اس کے علاوہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی، کسی دوسرے کو گرفتار کریں، پھر تو یقیناً ہم ظالم ٹھہریں گے۔"

علامہ آلوسیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"إذاً أي أخذنا غير من وجدنا متاعنا عنده ولو برضاه يظلمون فى مذهبكم وشرعكم"[36]

معلوم ہوا کہ اگر رضامندی سے بھی کوئی اپنے آپ کو پیش کرے تو اس کو پکڑنا بھی ظلم ہے۔

رشتہ داروں کو گرفتار کرنے کا حکم

باغیوں کے رشتہ داروں کو گرفتار کرنے کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کی دو رائے ہیں:

1. جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ایسے افراد کے وہ رشتہ دار جو بغاوت کا حصہ نہیں انہیں گرفتار کرنا یا قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ اپنی جان کے بچانے کے لیے قتل جائز ہے۔ چنانچہ صاحب بحر الزخار فرماتے ہیں:

"ولا يقتل ذو رحم محرم إلا مدافعة عن نفسه"[37]

جبکہ علامہ ماوردی الاحکام السلطانیہ میں فرماتے ہیں:

"ولا يسبىٰ ذراريهم"[38]

صاحب کنز کا مذہب بھی یہی ہے کہ باغیوں کے رشتہ داروں کو قید نہیں کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں:

"ولم يسب ذريتهم"[39]

2. بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ باغیوں کے ان رشتہ داروں کو جو بغاوت میں ملوث نہیں باغیوں کی حوصلہ شکنی کے لیے قید کرنا جائز ہے تاکہ وہ بغاوت سے باز آجائیں۔ اسی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ قفال شاشی فرماتے ہیں:

"لأن في حبسه كسراً قلوبهم"[40]

یہی قول امام الحرمین نے نہایۃ المطالب میں اور یحییٰ بن اشرف الدمشقی نے روضۃ الطالبین میں ذکر کیا ہے کہ جنگ ختم ہونے تک قید میں رکھا جائے گا اور جنگ ختم ہو جانے کے بعد انہیں رہا کر دیا جائے گا۔[41] علامہ حموی الشافعی سے بھی یہی قول منقول ہے،[42] البتہ باغیوں کے رشتہ داروں خواہ قریبی ہوں یا دور کے، کو قتل کرنا جائز نہیں۔ جب جہاد میں حربی کافر کے رشتہ داروں کو قتل نہ کرنے کا حکم ہے باغی تو پھر بھی مسلمان ہوتے ہیں ان کے رشتہ داروں کو قتل کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور ان دونوں کے خلاف جنگ کا طریقہ کار بھی مختلف ہے کہ کافر کو تو صفحہ ہستی سے مٹانا مقصود ہوتا ہے جبکہ باغی کے خلاف جنگ کا مقصد ان کی قوت کا خاتمہ ہوتا ہے جب وہاں جائز نہیں تو یہاں کسی صورت جائز نہیں ہو سکتا۔ امام الحرمین فرماتے ہیں:

"فحق على الإنسان أن يجتنب قتل ذوا الأرحام ما وجد إليه سبيلاً ولا فرق بين أن يكونوا من المحارم، أولا يكونوا منهم ونحن نكره ذلك في الكفار"[43]

درج بالا تفصیل سے باغیوں کے رشتہ داروں گرفتاری کے متعلق فقہاء کی دو آراء حاصل ہوئیں:

1. باغیوں کے رشتہ داروں کو ان کی حوصلہ شکنی کے لیے گرفتار کرنا جائز ہے۔
2. باغیوں کے رشتہ داروں کو گرفتار کرنا جائز نہیں۔

البتہ باغیوں کے رشتہ داروں کے قتل کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں بشرطیکہ جنگ کا حصہ نہ ہوں اور اگر جنگ کا حصہ ہوں تو ان کا حکم باغیوں کے حکم کی طرح ہے۔

باغیوں کے مال کا حکم

باغیوں کے خلاف جنگ میں حاصل ہونے والے مال کی دو صورتیں ہیں۔

1. منقولی مال جیسے ساز و سامان، سواریاں وغیرہ۔

2. غیر منقولی مال جیسے زمین اور تعمیر شدہ گھر وغیرہ۔

مال کی ان دونوں قسموں کے احکامات جدا جدا ہیں البتہ اس پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ دوران جنگ حاصل ہونے والے مال کو محفوظ رکھا جائے گا مال غنیمت کی طرح اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ نے جو مال پکڑا تھا اسے تقسیم کرنے سے منع کیا تھا کیونکہ اگر اسے غنیمت سمجھ کر تقسیم کیا جاتا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مطالبہ کون کرتا اس لیے آپؓ نے تقسیم سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"لا تقسم بيننا ما آفاء الله علينا فمن يأخذ منكم عائشة"[44]

ان کے اموال کو ضبط کرنا درست نہیں ہے۔ علامہ قفال فرماتے ہیں:

"ويحبس الإمام فلا يردها ولا يقسمها حتى يتولوا فيردها عليهم"[45]

جب وہ حاکم وقت کی اطاعت پر رضامند ہو جائیں تو ان کو مال لوٹا دیا جائے گا اور یہی قول الاختیار تعلیل المختار میں ذکر کیا گیا ہے:

"ولا يغتنم لهم مال و يحبسها حتى يتولوا فيردها عليهم"[46]

المبسوط میں علامہ سرخسی کا بھی یہی قول ہے کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ان کا مال ان کو لوٹا دیا جائے گا، فرماتے ہیں:

"فإذا وضعت الحرب أوزارها رد جميع ذلک عليهم لزوال الحاجة وكذالك ما أصيب أموالهم يرد إليهم"[47]

"جس ضرورت (ان کی قوت و طاقت کو منتشر کرنے) کی بناء پر ان کے اموال ضبط کیے گئے تھے وہ پوری ہو چکی اس لیے ان کے اموال لوٹا دیئے جائیں گے۔"

وہ منقولی مال جس کی حفاظت مشکل ہو اس کو بیچ کر اس کی قیمت کو محفوظ کیا جائے گا اور جنگ ختم ہونے کے بعد وہ قیمت لوٹائی جائے گی۔ اور اسی قیمت سے باغی قیدی پر دوران قید ہونے والے اخراجات پورے کیے جائیں گے کیونکہ بیت المال سے ان پر خرچ کرنا جائز نہیں اور اگر حاکم نے بیت المال سے خرچ کیا ہو تو حاکم وقت سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں:

"أما الكراع فيباع و يحبس الثمن لأنه يحتاج النفقة فلا ينفق عليه الإمام من بيت المال لما فيه من الإحسان إلى الباغي"

مال کے استعمال کرنے کا حکم اس وقت ہے جب فوج کو مال کی ضرورت نہ ہو اگر ضرورت ہو تو پھر اسے استعمال میں لایا جا سکتا ہے اس لیے ایسے مال کو بیچ کر ان کی قیمت سے قیدیوں کے اخراجات پورے کر کے باقی ماندہ رقم جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے مالک کے سپرد کی جائے گی لیکن باغیوں کے اسلحے کو محفوظ رکھا جائے گا اور جنگ ختم ہونے کے بعد، ان کا مال ان کے حوالے کیا جائے گا۔ چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"وإن كانوا لا يحتاجون إلى كراعهم وسلاحهم، ألسلاح يوضع في موضعه كسائر الأموال والكراع يباع ويحبس ثمنه لأنه يحتاج إلى النفقة ولا ينفق عليه الإمام من بيت المال لما فيه من الإحسان إلى الباغي ولو أنفق عليه كان ديناً على الباغي"[48]

یہی حکم امام محمد نے "الاصل" میں ذکر کیا ہے۔[49]

نتائج بحث:

مندرجہ بالا تفصیل سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

1. باغیوں کی چار اقسام ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم مختلف ہے۔
2. خروج کے احکام حکمران کے عادل و غیر عادل ہونے کے اعتبار سے مختلف ہیں۔
3. عادل حکمران کے خلاف بغاوت سیرتِ طیبہ اور فقہاءِ کرام کی متفقہ آراء کی روشنی میں جائز نہیں ہے۔
4. جمہور اہلِ سنت والجماعت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ظالم و جابر حکمران کے خلاف بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ کچھ دیگر ائمہ کرام کڑی شرائط کے بعد اس کی اجازت دیتے ہیں۔
5. حاکم کے خلاف بغاوت کرنے والے کو قید کیا جائے گا اور جنگ جاری رہنے تک قید میں رکھا جائے گا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد باغیوں کی قوت ختم ہوئی ہو گی یا نہیں؟ اگر باغیوں کی قوت ختم ہو چکی ہو تو باغی حاکم کی بیعت پر رضامند ہوں گے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں (بیعت پر رضامند ہوں یا نہ ہوں) قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا کیونکہ ایسی حالت میں ان سے نقصان کی توقع نہیں کی جا سکتی۔
6. اگر باغیوں کی قوت تا حال باقی ہو تو پھر انہیں قید میں ہی رکھا جائے گا کیونکہ ایسی حالت میں ان سے نقصان کی توقع کی جا سکتی ہے اور مقصود بھی تا حال حاصل نہیں ہوا۔[50] لیکن یہ قید جنگ جاری رہنے تک ہو گی۔
7. ایسے لوگوں کی جائیداد کو خاص مدت تک ضبط کیا جا سکتا ہے اور ضبط شدہ مال کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اور جس مال کی حفاظت ممکن نہ ہو یا مشکل ہو تو ایسے مال کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو محفوظ کیا جائے گا اور اُسی سے قیدی پر خرچ کیا جائے گا البتہ بحق سرکار ضبط کر کے اسے نیلام کرنا جائز نہیں ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ہیکل، محمد حسین، حضرت ابو بکر، مکتبہ لائبریری لاہور، طبع اولیٰ، 1986، ص:148

Haykal, Muḥammad Ḥusayn, *Haḍrat Abu Bakar*, (Lahore: Maktabah Library, 1st Edition, 1986), p:148

[2] الشیبانی، خلیفہ بن خیاط ابو عمر، تاریخ خلیفہ بن خیاط، دار القلم، بیروت، طبع ثانی، 1397ھ، 1:101

Al Shaybānī, Khalifah bin Khayyaṭ, *Tarīkh e Khalifah*, (Beirut: Dār al Beirut: Dār al Qalam, 2nd Edition, 1397), 1:101

[3] تاریخ خلیفہ بن خیاط، 1:204

Tarīkh e Khalifah, 1:204

[4] محمد نافع، سیرت سیدنا امیر معاویہ، دارالکتاب یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ لاہور، ص:243
Muḥammad, Nafi', *Seerat Sayyidinā Amīr Mu'āwiyah*, (Lahore: Dār ul Kitāb), p:243

[5] سورۃالنساء:59

Surah al Nisa': 59

[6] البغدادی، علی بن محمد بن ابراہیم المعروف بالخازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل، حافظ کتب خانہ مسجد روڈ کوئٹہ، 1:396
Al Khazin, 'Alī bin Muḥammad bin Ibrahīm, Al Baghdādī, *Lubāb al Ta'wīl fī M'ānī al Ta'wīl*, (Quetta: Hafiz Kutub Khana, Masjid Road), 1:396

[7] البقاعی، ابراہیم بن عمر بن حسن، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولیٰ، 1995ء، 2:271
Al Buqa'ī, Ibrahīm bin 'Umar bin Ḥasan, *Naẓm al Durar fī Tanasub al Aayat wal Suwar*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1st Edition, 1995), 2:271

[8] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامیر فی غیر معصیہ و تحریمھا فی المعصیۃ، صحیح علی شرط الشیخین، 3:1853
Ṣaḥīḥ Muslim, 3:1853

[9] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ابواب الظالم والقصاص، باب أعن أخاك ظالما أو مظلوما، رقم الحدیث: 2443
Al Bukhārī , Muḥammad bin Isma'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī , Ḥadith # 2443

[10] صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الأمر بلزوم الجماعۃ و تحذیر الدعاۃإلی الکفر، صحیح علی شرط الشیخین، 3:1849
Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadith # 1849

[11] صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب حکم من فرق أمر المسلمین وھو مجتمع، صحیح علی شرط الشیخین، 3:1853
Ṣaḥīḥ Muslim, Ḥadith # 1853

[12] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب إن اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر، حدیث نمبر: 3062۔ صحیح لغیرہ ہے۔
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadith # 3062

[13] التویجری محمد ابراہیم بن عبداللہ، الموسوعۃ الفقہیہ، بیت الافکار الدولیہ، طبع اولیٰ، 2009، 5:327
Al Tawayjarī, Muḥammad Ibrahīm bin 'Abdullāh, *Al Mauwsuw'ah al Fiqhiyyah*, (Bayt al Afkār al Duwaliyyah, 1st Edition, 2009), 5:327

[14] الدمیجی عبداللہ بن عمر، الامارۃ العظمی عند اہل السنہ، مکتبہ دار طیبہ، طبع اولیٰ، 1987، ص:518
Al Damayjī, 'Abdullāh bin 'Umar, *Al Imāratul 'Uẓma 'Inda Ahal al Sunnah*, (MAktabah Dār Tayyibah, 1st Edition, 1987), p:518

[15] سورۃالکہف:64

Surah al Kahaf: 64

[16] ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عامدین الدمشقی، ردالمحتار علی درالمختار، دارالفکر بیروت، طبع ثانی، 1992ء، 4:261
Ibn 'Abidīn, Muḥammad bin 'Umar bin 'Abdul 'Azīz, *Radd al Muḥtār 'Ala al Durr al Mukhtār,* (Beirut: Dār al Fikr, 2nd Edition, 1992), 4:261

[17] البلخی، نظام الدین، فتاوی عالمگیری (ہندیہ)، دارالفکر بیروت، طبع ثانی، 1310ھ، کتاب السیر، 2:283
Al Balakhī, Niẓam ud Dīn, *Fatawa 'Alamgīrī,* (Beirut: Dār al Beirut: Dār al Fikr, 2nd Edition, 1310), 2:283

[18] الدسوقی، المالکی، محمد بن احمد عرفۃ، حاشیۃ الدسوقی، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع ثانی، 2003ء، 6:276
Al Dasuwqī, *Ḥashiyah al Dasuwqī,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition, 2003), 6:276

[19] ارباب حل عقد وہ افراد ہیں جن میں پانچ شرائط آزاد ہونا، عادل ہونا، ذہین ہونا، اصحاب الرائے سے ہونا، قریشی ہونا پائی جاتی ہوں۔ اگرچہ آخری شرط میں اختلاف ہے کہ حکمران کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے کہ نہیں؟ اس میں فقہاء کی دو رائے ہیں۔ بعض کے نزدیک حکمران بننے کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے جبکہ بعض اسے ضروری نہیں سمجھتے۔

[20] عودۃ عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی، دار الکتاب العربی بیروت، 2:667

'Awdah, 'Abdul Qādir, *Al Tashrī' al Jina'ī al Islamī Muqarinan bil Qanuwn al Waḍī,* (Beirut: Dār al Kitāb al 'Arabī), 2:667

[21] سورۃ الحجرات: 9

Surah al Ḥujarāt: 9

[22] الاندلسی، محمد بن یوسف، البحر المحیط، مکتبہ دار الفکر بیروت، 1992ء، 9:515، و مفتی، محمد شفیع، احکام القرآن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 1429ھ، 4:285

Al Andulasī, Muḥammad bin Yuwsuf, Abu 'Abdullāh, *Al Baḥr al Muḥīṭ,* (Beirut: Maktabah Dār al Fikr, 1992), 9:515; Muḥammad Shafī',Muftī, *Aḥkām al Qurān*, (Idarah tul Qur'ān wal 'Uluwm al Islamiyyah, 1429), 4:285

[23] الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار الفکر بیروت، 1995ء، 31:165

Al Ṭabrī, Muḥammad bin Jarīr, *Jami' al Bayān fī Tafsīr al Qur'ān*, (Beirut: Dār al Fikr, 1995), 31:165

[24] الموصلی، الحنفی، عبداللہ بن محمود بن مودود، الاختیار فی تعلیل المختار، دار المعرفۃ، بیروت، 2:151

Al Muwṣalī, 'Abdullāh bin Maḥmuwd bin Mawduwd, *Al Ikhtiyār li Ta'līl al Mukhtār,* (Beirut: Dār al Ma'rifah), 2:151

[25] صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین، باب قتال الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیھم، رقم الحدیث: 6930

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadith # 6930

[26] الماوردی، علی بن محمد بن حبیب، الحاوی الکبیر، دار الفکر بیروت، 1994ء، 61:378

Al Mawadrī, 'Alī bin Muḥammad bin Ḥabīb, *Al Ḥawī al Kabīr,* (Beirut: Dār al Fikr, 1994), 61:378

[27] ابوالنجیب، عبدالرحمٰن بن نصر بن عبداللہ الشافعی، المنہج المسلوک فی سیاسۃ الملوک، مکتبۃ المنار الزرقا، 1:668

Abu al Najīb, 'Abdul Raḥmān bin Naṣr bin 'Abdullāh, *Al Manhaj al Masluwk fī Siyasah al Muluwk*, (Maktabah al Manār al Zarqā), 1:668

[28] الکلبی، محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن جزی، القوانین الفقہیۃ، باب البغی، ص: 293

Al Kalbī, Muḥammad bin Aḥmad bin Muḥammad bin 'Abdullāh, *Al Qawanīn al Fiqhiyyah,*p:293

[29] سورۃ النجم: 28، سورۃ الانعام: 164

Surah al Najam: 28; Surah al An'ām: 164

[30] سورۃ بنی اسرائیل: 15، سورۃ الانعام: 164، سورۃ الفاطر: 18

Surah Banī Isrā'īl: 15, Surah al An'ām: 164, Surah al Faṭir: 18

[31] القرطبی، 9:74

Al Qurṭabī, 9:74

[32] آلوسی، علامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود روح المعانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ، طبع ثانی، 2005ء، 9:65

Ālūsī, Sayyid Maḥmuwd, Shahāb al Dīn, *Rūḥ al Ma'ānī,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition, 2005), 9:65

[33] سورۃ یوسف: 74

Surah Yuwsuf: 74

[34] سورۃ یوسف: 75

Surah Yuwsuf: 75

[35] سورۃ یوسف: 78،79

Surah Yuwsuf: 78,79

[36] روح المعانی، 7:33

Rūḥ al Ma'ānī, 7:33

[37] المرتضٰی، احمد بن یحیٰ، البحر الزخار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1947ء، 6:418

Al Murtaḍa, Aḥmad bin Yaḥya, *Al Baḥr al Zakhār,* (Beirut: Mua'ssasat al Risalah, 1947), 6:418

[38] الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ، مؤسسۃ الکتب، ص: 126

Al Mawadrī, 'Alī bin Muḥammad bin Ḥabīb, *Al Aḥkām al Sulṭaniyyah,* (Mua'ssasat al Kutub), p:126

[39] النسفی، ابوالبرکات، عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین، کنز الدقائق، باب البغاۃ، مکتبہ علمیہ کوئٹہ، ص: 216

Al Nasafī, 'Abdullāh bin Aḥmad bin Maḥmuwd, *Kanz al Daqai'q,* (Quetta: Maktabah 'Ilmiyyah), p:216

[40] الشاشی، القفال، سیف الدین ابی بکر محمد بن احمد، حلیۃ العلماء فی معرفۃ الفقہاء، مکتبہ الرسالۃ الحدیثۃ، 1988ء، 7:617

Al Shashī, Muḥammad bin Aḥmad, *Ḥilyatul 'Ulamā' fī Ma'rifah al Fuqahā',* (Maktabah al Risalah al Ḥadithah, 1988), 7:617

[41] النووی، ابوزکریا، محی الدین یحیٰ بن شرف، روضۃ الطالبین، المکتبۃ الاسلامی بیروت، طبع ثالث، 1991، 7:278

Al Nawawī, Yaḥya bin Sharf, *Rawḍah tul Ṭalibīn,* (Beirut: al Maktabah al Islamī, 3rd Edition, 1991), 7:278

[42] الحموی، ابوعبداللہ، محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ، تحریر الاحکام فی تدبیر الاسلام، ناشر دار الثقافۃ قطر، طبع ثالث، 1988، 1:244

Al Ḥamwī, Muḥammad bin Ibrahīm, *Tahrīr al Aḥkām fī Tadbīr al Islām,* (Qatar: Dār al Thaqafah, 3rd Edition, 1988), 1:244

[43] الجوینی، عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، نھایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، دار المنھاج، طبع اولیٰ، 2007ء، 17:185

Al Jawaynī, Imām al Ḥaramayn, 'Abdul Malik bin 'Abdullāh, *Nihayatul Maṭlib fī Dirayah al Madhab*, (Dār al Minhāj, 1st Edition, 2007), 17:185

[44] السرخسی، شمس الدین، کتاب المبسوط، دار الکتب العلمیہ، باب الخوارج، 5:127

Al Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmād bin Abi Sahl, *Al Mabsūt,* (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), 5:127

[45] حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذھب الفقہاء، (باب قتال اھل البغی)، 7:618

Ḥilyatul 'Ulamā' fī Ma'rifah al Fuqahā', 7:618

[46] الموصلی، الحنفی، عبداللہ بن محمود بن مودود، الاختیار فی تعلیل المختار، دار المعرفۃ بیروت، 2:152

Al Muwṣalī, ʻAbdullāh bin Maḥmuwd bin Mawduwd, *Al Ikhtiyār li Ta'līl al Mukhtār,* (Beirut: Dār al Ma'rifah) 2:152

[47] المبسوط، باب الخوارج، 5:166,167

Al Mabsūt, 5:166,167

[48] الانصاری، فرید الدین، الدھلوی، الفتاوی التاتار خانیہ، دار احیاء التراث العربی، طبع اولیٰ، 2004ء، 5:246

Al Anṣarī, Farīd Uddīn, Al Dehlavī, *Al Fatawa al Tatār Khaniyyah,* (Dār Iḥyā al Turāth al ʻArabī, 1st Edition, 2004), 5:246

[49] الشیبانی، محمد بن حسن، الاصل، مکتبہ الاحرار نیواڈہ مردان، طبع اولیٰ، 2012، 7:513

Al Shaybanī, Muḥammad bin Ḥasan, *al Aṣal,* (Mardan: Maktabah al Aḥrār, 1st Edition, 2012), 7:513

[50] نھایۃ المطلب فی درایۃ المذھب، فصل فی اسر البغاۃ، 71:146

Nihayatul Maṭlib fī Dirayah al Madha, 71:146